تحقیق مسئلہ قرأۃ خلف الامام

(حصہ اول)

تالیف
مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد امین صفدر
اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناظرین باتمکین! موجودہ دور فتنوں کا دور ہے۔ نت نئے فتنے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ ایک فتنہ مٹنے نہیں پاتا کہ دوسرا فتنہ سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے اس پرفتن دور میں لادینیت کے طوفان اٹھ رہے ہیں۔ زندقہ کے سیلاب امنڈ رہے ہیں اسلامی قوانین کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ الحاد کا عفریت برہنہ ہو کر ناچ رہا ہے۔ کفر کی طاقتیں اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں۔ اسلام کے اساسی عقائد پر کلہاڑا چلایا جا رہا ہے۔ الحاد کی گھنگور اور مہیب گھٹائیں ملک کے آفاق پر چھا رہی ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ ملک میں بے حیائی، بے شرمی، عیاشی، فحاشی، بدمعاشی، افتراء پردازی، کذب بیانی، بدعہدی، بدمعاملگی، بددیانتی قتل و غارت، لوٹ مار، جفا کاری اور ستم شعاری جیسے مہلک امراض معاشرہ کی بنیادوں کو منہدم کر رہے ہیں اور معاشرہ کی خوبیوں اور اچھائیوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

اس لیے اس پُر آشوب دور میں اتحاد کی جتنی ضرورت و اہمیت ہے وہ اصحاب بصیرت اور ارباب دانش و بینش پر بخوبی عیاں ہے۔ عیاں راچہ بیان ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمانوں کے سب مکاتب فکر اپنے فروعی اختلافات کو مٹا کر اتحاد و اتفاق کے جذبات کے تحت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر لادینی طاقتوں اور طاغوتی قوتوں کا تعاقب کر کے اتحاد کے گرز سے ان کا سر پاش پاش کر دیتے اور اتفاق کی قوت سے الحاد کے طوفان کا رخ موڑ دیتے اور دہریت کے سیلابوں پر بند باندھ دیتے مگر افسوس صد افسوس کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا فرقہ جسے غیر مقلدین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے حالات کی نزاکت اور زمانہ کے تقاضوں کو سمجھنے سے یکسر قاصر ہے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ملک میں الحاد پھیلتا جا رہا ہے۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ پاکستان میں شجرِ اسلام پر خشت باری ہو رہی ہے۔ منکرین حدیث ملک میں دندنا رہے ہیں۔ برائیاں نشوونما پا رہی ہیں۔ مکر و فریب کا بازار گرم ہے، اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ملحدوں، زندیقوں اور منکرین حدیث کی تردید کی بجائے

احناف پر خوب برستے ہیں ان کا خاکہ اڑاتے اور انہیں اپنے سب وشتم کا ہدف بناتے ہیں۔فروعی مسائل کو ہوا دینا اور پر امن فضا میں زہر گھولنا ان کا رات دن کا محبوب مشغلہ ہے۔ان کے مقررین کی شعلہ فشانیاں اور ان کے اہل قلم کی جولانیاں احناف کی مخالفت اور ان کی تحقیر وتوہین اور تذلیل وتضحیک کے لیے وقف ہیں۔

کئی مقامات پر اس فرقہ نے بڑا ادھم مچا رکھا بلکہ شور محشر برپا کر رکھا ہے۔ اس مکتب فکر کے سالانہ اجتماعات میں نہایت اشتعال انگیز اور سوقیانہ انداز سے فروعی مسائل بیان کیے جاتے ہیں اور کھلم کھلا علی الاعلان اور برملا کہا جاتا ہے کہ جو لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے ان کی نمازیں بے کار و باطل اور کالعدم ہیں اور یہ لوگ ساری عمر بے نماز رہتے ہیں۔بیس بیس ہزار روپے کے کھلے اور انعامی چیلنج دئے جاتے ہیں خوب تعلیاں کی جاتی ہیں اور شیخیاں بکھاری جاتی ہیں اور عوام کو باور کرایا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک حدیث بھی نہیں۔ ہمارے اسلاف واکابر نے انہیں کبھی منہ نہیں لگایا ان کو کبھی قابل اعتناء اور لائق التفات نہیں سمجھا کیونکہ ان کے پیش نظر ہمیشہ تعمیری پروگرام رہے ہیں۔

ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوہ حسنہ اور اپنے اکابر واسلاف کے طریق کار کے پیش نظر ان کی اشتعال انگیزیوں اور سوقیانہ پروپگنڈے کو بڑے صبر وسکون اور حلم وتحمل سے برداشت کرتے رہے۔لیکن جب ہم نے دیکھا کہ ہماری شرافت کو کمزوری پر محمول کیا جا رہا ہے۔علاوہ بریں غیر مقلدین کے علماء کی تقاریر وخطبات سننے والے عوام نے ہم سے بار بار استفسار کیا کہ کیا واقعی احناف احادیث سے تہی دامن ہیں، کیا ان کے پاس امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں ایک حدیث بھی نہیں تو بادل نخواستہ اس موضوع پر قلم اٹھانا پڑا اور ان کے بلند بانگ دعاوی اور مکروہ پروپگنڈہ کی حقیقت کو طشت ازبام اور الم نشرح کرنے کے لیے یہ رسالہ ترتیب دیا گیا۔

خاکپائے اکابر بشیر احمد قادری

مدرس مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی

۱۵ نومبر ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم حق تعالیٰ کی آخری کتاب ہے وہ قرآن کریم جس سے گلستان ایمان میں رنگ و بو، بوستان اسلام میں تروتازگی اور رونق ہے۔ جس سے باغ عالم کی بہاروں میں نکھار ہے۔ جس سے چمنستان کائنات میں نور اور روشنی ضیا اور سنا ہے، جس کے حسن کی تابانیوں، جس کے جمال کی درخشانیوں اور جس کے کمال کی فراوانیوں کے سامنے گزشتہ آسمانی کتب ماند پڑ گئیں، جس نیر تاباں، جس آفتاب درخشاں اور جس سراج منیر کے ضوء فگن ہوتے ہی بزم ہدایت کی روشن شمعیں اور محفل رشد کی فروزاں قندیلیں بجھ گئیں جس نے سابق کتب سماویہ اور صحف ربانیہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔

جو حقائق و دقائق کا خزینہ، علوم و معارف کا دفینہ اور حکم و اسرار کا گنجینہ ہے جو خاتم الکتب ہے اور خاتم الانبیاء سید الاولین و آخرین امام المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر نازل کی گئی۔ جس کی تنزیل کے بعد وحی و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا جو کامل ضابطہ حیات ہے جو مکمل دستور اور مدلل منشور ہے جو ہمہ گیر مطالب انقلاب انگیز مضامین اور حیرت خیز تعلیمات و ہدایات پر حاوی اور مشتمل ہے۔

اگر اربوں رائٹر کھربوں سال تک رات اور دن بلا انقطاع پے در پے اور مسلسل اس کی صفت و ثنا اور مدح و توصیف سطح قرطاس پر ثبت کرتے رہیں تو پھر بھی اس کے حسن و جمال کے کھربویں حصہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ جھلک بھی پیش کرنے سے یکسر قاصر اور ریک قلم عاجز رہیں گے۔

جب اس کے کمال و جلال اور حسن و جمال کا یہ عالم ہے تو بتائیے پھر مجھ جیسا حقیر، فقیر، ناچیز ہیچ مدان، کج مج زبان، قصیر البنان اور ضعیف البیان انسان کیا کرے اس کی شان بیان۔

چونکہ قرآن کریم کلام ربانی اور صحیفہ آسمانی ہے۔ ادلہ اربعہ میں اس کا مقام

سب سے اونچا اور بلند و برتر ہے۔ اصول اربعہ میں قرآن کریم کو اولیت افضلیت اور ارجحیت حاصل ہے اور یہ ہمارے باہمی اختلافات، اندرونی افتراقات اور مناقشات کا ناطق اور دوٹوک فیصلہ دے سکتا ہے اس لیے مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے لیے خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں یہ لازم اور واجب ہے کہ جب ان میں کسی مسئلہ کے بارے اختلاف رونما ہو، باہمی آویزش اور کشمکش واقع ہو، کسی مسئلہ کے سلسلہ میں افتراق کا شکار ہو کر شیر وشکر ہونے کے بجائے باہم دست و گریباں ہوں۔ ان کا شیرازہ بکھرتا اور اتحاد پارہ پارہ ہوتا نظر آئے تو ادھر ادھر تانکنے، جھانکنے اور بھٹکنے کی بجائے سب سے پہلے وہ اس کلام ازلی و ابدی کی طرف رجوع کریں۔ اس متنازعہ فیہ مسئلہ کو قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس بارے میں قرآن کریم سے ہدایات کے طالب ہوں۔ اگر قرآن کریم میں اس مسئلہ کا حل مل جائے تو اس کے مطابق اپنے اعتقادات وخیالات کو ڈھالنا، اس پر عمل پیرا ہونا، اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے لیے راہ عمل متعین کرنا اور اپنے اعمال و کردار کی اساس قرآنی انوار کی ضیاء پاشیوں کی ضو میں استوار کرنا مسلمانوں کیلئے ہر فرض سے بڑا فرض ہے کیونکہ قرآن کریم کا فیصلہ خالق کائنات کا فیصلہ ہے۔ اس کے فیصلہ کے بعد کسی مسلمان کے لیے اس سے انحراف اعراض، روگردانی، سرتابی اور انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ...... وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(ترمذی شریف ج ا ص مشکوۃ شریف ج ا ص ۱۸۶)

جو شخص (قرآن کو چھوڑ کر) اس کے غیر میں ہدایت کا متلاشی ہو تو

وہ گمراہ ہو جائے گا (گمراہی و ضلالت کی تاریک وادیوں میں بھٹکتا پھرے گا) یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے جو شخص (اس کی تعلیمات اور اصولوں پر گامزن اور) عمل پیرا ہو وہ اجر دیا جائے گا۔

جس شخص نے اس کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جس نے لوگوں کو اس کی ہدایات وتعلیمات کی طرف دعوت دی وہ سیدھی راہ کی ہدایت دیا گیا۔

بہر حال مسلمان کے لیے سعادت اور خوش بختی یہی ہے کہ وہ اپنے معتقدات ونظریات اور افکار وآراء کو قرآن کریم کی تعلیمات وہدایات کے ماتحت کر دے اور اس کے ہر ہر اشارہ پر ہزار جان سے نچھاور ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

حضرات آیئے! اب ہم اس متنازعہ فیہ مسئلہ (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے) کو قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم سے ہدایات کے طالب ہوں۔

جب ہم اس سلسلہ میں قرآن کریم سے استفسار کرتے ہیں تو قرآن کریم اس سلسلہ میں ہمیں نہایت واضح اور ناطق فیصلہ دیتا ہے، صاف اور کھلی ہدایات سے نوازتا ہے۔

قرآن کریم کا ناطق اور دوٹوک فیصلہ ملاحظہ فرمایئے۔

مسئلہ قرأۃ خلف الامام قرآن کریم کی روشنی میں

حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (پ۹، سورۃ اعراف)

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تا کہ تم پر (حق تعالیٰ) کی رحمتیں نازل ہوں۔

جمہور سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ نے مسئلہ قرأۃ خلف الامام کو واضح واشگاف اور آشکارا فرمایا ہے اور اس کے بارے میں صاف اور ناطق حکم صادر فرمایا ہے یعنی امام اور مقتدی دونوں کا کام اور وظیفہ الگ الگ متعین فرمایا ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے (امام قرأۃ کرے) تو مقتدیوں کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ توجہ کرنا ہے۔

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات عالیہ اور اقوال مبارکہ پیش کر دیں کہ اس مقدس جماعت نے اس آیت کریمہ کا کیا مطلب سمجھا ہے۔

اس آیت کی تفسیر صحابہ کرامؓ سے۔

یوں تو سبھی صحابہ کرامؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے بلکہ چندے آفتاب ماہتاب تھے۔ ہر ایک اپنی جگہ مینارہ نور تھا۔ ہر ایک تقویٰ کا پیکر، تدین کا پہاڑ اور علم و فضل کا پتلا تھا۔ لیکن بعض صحابہ کرامؓ دوسرے صحابہ کرام سے علم و فضل، فقہی بصیرت، دانش و بینش، اور فہم فراست میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ منجملہ ان کے عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بعض ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی دوسرا ان کا شریک و سہیم نہ تھا۔

قرآن کریم کے معلمین میں یہ سب صحابہ کرامؓ سے ممتاز اور فائق و برتر تھے۔ معلمین قرآن میں ان کا نمبر سب سے پہلا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْرِؤُا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِنْ عَبْدِاللّٰہِؓ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍؓ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَاُبَیٍّؓ بْنِ کَعْبٍ وَ مُعَاذِؓ بْنِ جَبَلٍ۔

(بخاری شریف ج۱، ص۵۳۱۔ ترمذی شریف ج۲، ص۲۲۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم (صحابہ کرام) قرآن کریم ان چار حضرات سے سیکھو۔ عبداللہ ابن مسعودؓ سے، سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ سے۔ ابی ابن کعبؓ اور معاذؓ بن جبل سے۔

حافظ الدنیا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

وان البداية بالرجل فی الذکر علی غیره فی امر یشترک فیه مع غیره یدل علی تقدمه فیه.

یعنی جو خوبی چند آدمیوں میں پائی جائے اس سلسلہ میں جس کا نام سب سے پہلے لیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خوبی اس میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ معلمین قرآن کریم میں چونکہ سب سے پہلا نام حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا ہے اس لیے میں ان سے شدید محبت کرنے لگا ہوں۔ اور یہ میرے خاص محبوبوں میں سے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بارہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

قال النبی ﷺ تمسکوا بعهد ابن ام عبد.

(ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۹۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ابن مسعودؓ کی ہدایت اور حکم کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

مسلم شریف ج ۲، ص ۲۹۳ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ مَامِنْ كِتَابِ اللهِ سُوْرَةٌ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ حَیْثُ نَزَلَتْ وَمَا مِنْ آیَةٍ اِلَّا اَنَا اَعْلَم

فیما انزلت وَلَوْ اَعْلَمُ احدا هُوَ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللهِ مِنِّیْ تَبْلُغُهُ الابل لركبت اليه.

کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی دوسرا اللہ نہیں قرآن کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شانِ نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقعہ پر اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔ اور میں اپنے سے بڑا کتاب اللہ کا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ اگر (اس وقت یعنی دور صحابہ میں) مجھ سے بڑا کوئی عالم ہوتا جس تک پہنچنا ممکن ہوتا تو میں اس کی طرف رجوع کر کے استفادہ کرتا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود جو اس درجہ اور شان اور اس مرتبہ اور مقام کے حامل ہیں اور جو اپنی بعض غیر معمولی خصوصیات کی بنا پر بعض امتیازات کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں ان سے اس آیت کریمہ کے بارے میں درج ذیل روایت منقول ہے۔

صَلّٰی اِبْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَسَمِعَ اُنَاساً یَّقْرَؤُنَ مَعَ الاِمَامِ فَلَمَّا اِنْصَرَفَ قَالَ اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَفْهَمُوْ اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (تفسیر ابن جریر ج۹، ص۱۰۳)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے (ایک دفعہ) نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو انہوں نے امام کے ساتھ قرأۃ کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ بوجھ اور عقل و خرد سے کام لو جب قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر رئیس المفسرین وحبر الامہ حضرت ابن عباسؓ سے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں بہت اونچے درجہ کے مفسر مانے گئے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کے بعد تفسیر میں ان کا درجہ اور مقام تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ

(مسند احمد ج ۱، ص ۳۲۸۔ ابن کثیر ج ۱، ص ۳)

اے اللہ ان کو (عبداللہ بن عباسؓ کو) دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن کریم کی تاویل اور تفسیر میں مہارت۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ضَمَّنِيْ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ

(ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۲۳)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ کر فرمایا کہ اے اللہ اسے دین کی سمجھ اور دانائی عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلیل القدر صحابی، عظیم المرتبت مفسر اور بے نظیر محدث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ يعنى اِبْنَ مَسْعُوْدٍؓ نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کے بہترین ترجمان، مفسر اور شارح ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو مذکورہ فضائل ومناقب اور ماثر ومفاخر کے حامل ہیں اور جو تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں وہ اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ. (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۸۔ تفسیر ابن جریر ج ۹، ص ۱۰۳۔ کتاب القرأۃ ص ۸۸۔ روح المعانی ج ۹، ص ۱۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا...﴾ کا شانِ نزول فرضی نماز ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر حضرت مقداد بن اسودؓ سے

وَذَكَرَ الْبَغْوِیُّ عَنِ الْمِقْدَادِ اَنَّهٗ سَمِعَ نَاسًا یَقْرَؤُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا اِنْصَرَفَ قَالَ اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (تفسیر مظہری ج ۳، ص ۵۰۷)

امام بغویؒ نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو امام کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ نے ان لوگوں کو (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم عقل و دانش سے کام لو۔ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر تابعینؒ عظام سے

تابعین عظام میں سب سے بڑے مفسر حضرت مجاہد بن جبیرؒ ہیں۔ یہ اپنے دور میں فن تفسیر کے سب سے بڑے امام تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا حضرت مجاہد کے بارے میں یہ قول مشہور ہے۔

کان سفیان الثوری یقول اذا جاء ک التفسیر عن مجاهد فحسبک به. (تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۵)

حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت مجاہد کی تفسیر تمہارے پاس پہنچ جائے تو پھر کسی اور تفسیر کی حاجت نہیں۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ:

عرضت المصحف على ابن عباسؓ ثلث عرضات من فاتحته الى خاتمه اوقفه عند كل آية واساله عنها.

(تفسیر ابن کثیر ج۱،ص۴)

میں نے قرآن کریم اول سے لے کر آخر تک تین دفعہ رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ پر پیش کیا۔ قرآن کریم کی ہر ہر آیت کریمہ پر حضرت ابن عباسؓ کو ٹھہراتا اور ان سے اس کے بارے میں سوال کرتا۔

آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت مجاہد سے

عن مجاهد فی قوله ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا...﴾ فی الصلوة.

(تفسیر بن جریر ج ۹،ص ۱۰۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲،ص ۲۸۱۔ کتاب القرأۃ ص ۱۰)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ کا شان نزول نماز ہے۔

حضرت سعیدؒ بن مسیب سے

عن سعيد بن المسيب ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ قال فی الصلوة.

(تفسیر ابن جریر ج۹،ص ۱۰۳۔ کتاب القرأۃ ص ۱۹)

حضرت سعیدؒ بن مسیب فرماتے ہیں کہ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾

کا شان نزول نماز ہے۔

حضرت سعیدؒ بن جبیر تابعی سے

عن سعید بن جبیر ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ فی الصلوۃ المکتوبۃ.

(تفسیر ابن جریر ج۹، ص۱۰۳۔ تفسیر ابن کثیر ج۲، ص۲۸۱)

حضرت سعید بن جبیر تابعی فرماتے ہیں کہ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ فرضی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسنؒ بصری تابعی سے

عن الحسن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا قال فی الصلوۃ

(کتاب القرأۃ ص۹۱)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عبید بن عمیرؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ سے

قال عبید بن عمیر و عطاء بن ابی رباح انما ذلک فی الصلوۃ ﴿وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾

(تفسیر ابن جریر ج۹، ص۱۰۳)

حضرت عبید بن عمیر تابعی اور حضرت عطاء ابن ابی رباح تابعی فرماتے ہیں کہ ﴿وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ کا شان نزول نماز ہے۔

حضرت ضحاک، ابراہیم نخعی قتادہ، شعبی، سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ سے

قال الضحاک وابراھیم النخعی و قتادۃ والشعبی والسدی و عبدالرحمن بن زید بن اسلم ان المراد بذلک فی الصلوۃ . (تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۸۱)

حضرت ضحاک، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت قتادہؒ، حضرت شعبی، حضرت سدی اور حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، حضرت امام احمدؒ بن حنبل کا قول مذکورہ آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وذکر ابن حنبل الا جماع علی انھا نزلت فی الصلوۃ وذکر الاجماع علی انھا لا تجب القرأۃ وذکر الاجماع علی انھا لا تجب القرأۃ علی الماموم حال الجھر.

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرت امام احمدؒ بن حنبل نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔ نیز اس پر بھی علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جب امام جہر سے قرأۃ کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأۃ واجب نہیں۔

ایک دوسرے مقام پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وقول الجمھور ھو الصحیح فان اللہ سبحانہ و تعالیٰ قال ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ

تُرْحَمُوْنَ﴾ قال احمدؒ اجمع الناس علی انها نزلت فی الصلوة . (فتاویٰ کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۸)

جمہور کا قول ہی صحیح اور درست ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم پر حق تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش نازل ہو۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ دوسرے جلیل القدر مفسرین مثلاً صاحب تفسیر کشاف ج ۱، ص ۵۲۳ میں، علامہ بیضاوی ص ۳۰۸ میں، صاحب معالم التنزیل ج، ص ۲۷۲ میں اور ابوالسعود ج ۴، ص ۵۰۳ صاحب تفسیر مظہری ج ۳، ص ۵۰۷ میں۔ اور صاحب روح المعانی ج ۹، ص ۱۵۱ میں یہی زیب قرطاس فرما رہے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے۔

ناظرین کرام! آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے لے کر علامہ آلوسی صاحب روح المعانی تک کی تفاسیر کی عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول صرف نماز ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ سے یہ بات نقل کی جا چکی ہے کہ اس بات پر تمام اہل اسلام کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اس کا شان نزول فقط نماز ہے۔ اور یہ اجماع نقل کرنے والے کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں بلکہ امام اہل سنت اور پیشوائے ملت یکے از ائمہ مجتہدین امام احمدؒ بن حنبل ہیں اور آپ یہ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا شاذ اور خلاف اجماع ہے۔ ان وزنی دلائل اور معقول براہین کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اس بات پر اڑا رہے کہ اس کا شان نزول خطبہ ہے یا یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو سمجھئے

کہ وہ تعصب کی خار دار وادی میں بھٹک رہا ہے اور غلو کے سنسان بیابان اور بے آب و گیاہ صحراء کی طرف لپک رہا ہے اور حق کے دامن کو ہاتھ سے جھٹک رہا ہے۔

غیر مقلدین کی ایک مضحکہ خیز حرکت

غیر مقلدین کی ایک مضحکہ خیز حرکت یہ ہے کہ ان کو جہاں اپنے مطلب کی بات ملے گی خواہ وہ کتنی ہی ضعیف اور کمزور، کتنی ہی لغو اور بیکار اور کتنی ہی پادر ہوا اور پھسپھسی کیوں نہ ہو اس کو سینے سے لگائیں گے، گلے کا ہار بنائیں گے اس سے تمسک کریں گے اور اس کو مضبوطی سے تھامیں گے۔

لیکن جو بات ان کے مطلب اور مقصد، ان کے مذہب اور مشرب اور ان کی منشا اور رائے کے خلاف ہو خواہ وہ بات صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، تبع تابعین فخام اور آئمہ ذی المجد والاحتشام سے ثابت ہو اس کو پس پشت ڈال دیں گے اس سے صرف نظر اور اعراض کریں گے۔ اس میں بے جا تاویلات، رکیک توجیہات اور بیہودہ تاویلات کا دروازہ کھولیں گے۔ حقائق سے اغماض کریں گے۔ واقعات کو جھٹلائیں گے۔ صحیح احادیث سے چشم پوشی کریں گے۔ ضعیف احادیث سے استدلال کریں گے خواہ اس میں محمد ابن اسحاق جیسے کذاب اور دجال راوی کیوں نہ ہوں۔

غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اور یہ ناروا رویہ درج ذیل سطور سے پوری طرح واضح اور بے نقاب ہو جائے گا، بس ذرا چشم بصیرت کو وا کریں اور حقیقت بیں نگاہوں سے درج ذیل معروضات کا مطالعہ فرمائیں۔ دیکھئے آیت مذکورہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ اس کا شان نزول نماز ہے۔ تابعین فرماتے ہیں اس کا شان نزول نماز ہے، تبع تابعین فرماتے ہیں اس کا شان نزول نماز ہے، امام احمد بن حنبل اس پر جمہور سلف و خلف کا اجماع نقل کرتے ہیں، ان وزنی دلائل و براہین اور قوی بینات و حجج کا تقاضا تو یہ تھا کہ جمہور صحابہ کرام و تابعین فخام و تبع تابعین ذی شان کی بات مان لی جاتی لیکن وہ غیر مقلد ہی کیا جو صحیح بات مان لے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے

یہ کیا ان سب تفسیرات کو پس پشت ڈال کر سب سے اعراض کر کے ایک مفسر کی مرجوح تفسیر کو گلے لگایا، گلے کا ہار بنایا، اسے آنکھوں سے لگایا، دل میں بٹھایا، دماغ میں جمایا، اس بارے میں تشدد کر کے دشمنوں کو ہنسایا، دوستوں کو رلایا، مسلمانوں کو ستایا، سادہ لوح مسلمانوں کو بہکایا ورغلایا۔

وہ مرجوح تفسیر یہ ہے کہ آیت کریمہ کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم پوری توجہ اور خاموشی سے سنیں اور شور وغل نہ مچائیں۔

باوجودیکہ یہ تفسیر نہایت مرجوح بلکہ غلط اور باطل ہے لیکن چونکہ بظاہر ان کے مطلب ومقصد اور مسلک ومشرب کے موافق تھی اس لیے قبول کر لی گئی۔

جمہور سلف وخلف کی صحیح ترین تفسیر چونکہ ان کے مطلب ومشرب کے خلاف تھی اس لیے وہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئی بلکہ پائے استحقار سے ٹھکرا دی گئی۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اسے کہتے ہیں مطلب پرستی، خود غرضی، بحر تعصب میں غوطہ زنی اور دریائے غلو میں غواصی۔

جب انسان اندھے بہرے تعصب میں مبتلا ہو جاتا ہے، تشدد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتا ہے اور غلو کو شعار و دثار تو وہ حقائق بینی کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ واقعات دیکھنے کی قابلیت سے محروم ہو جاتا ہے جس کے طاغوت آشیاں دماغ کو تعصب کی کدورتوں نے گدلا کر رکھا ہو تو وہ حقائق دیکھے تو کیونکر، واقعات پرکھے تو کیسے؟

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مذکورہ آیت کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ:

(۱) اس لیے کہ مذکورہ سطور میں احادیث صحیحہ، اجماع امت اور مفسرین کرام کی تصریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔ بایں ہمہ یہ کہنا

کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تفسیر بالرائے بدعت سیئہ اور آیت کریمہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے، حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی بے جا جسارت اور ناروا، وناپسندیدہ حرکت سے محفوظ فرماوے۔ آمین۔

(۲) اس لیے کہ قرآن کریم میں کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جس کی تعمیل صرف کفار پر واجب ہو اور مسلمانوں کے لیے اس پر عمل پیرا ہونا ممنوع و محظور ہو۔

(۳) اگر فریق ثانی کی یہ الٹی منطق صحیح تسلیم کر لی جائے تو نہ معلوم ان کا قرآن کریم کے ان عمومی احکام کے بارے میں کیا ارشاد ہو گا جو بظاہر ایک کافر اور مشرک قوم کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔

مثلاً ایک مقام پر حق تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ، وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (پ۸ رکوع ۴)

ترجمہ: ”اے نبی کریم ﷺ آپ فرما دیجئے کہ تم آؤ میں سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور بے حیائی کے قریب نہ بھٹکو جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق کی وجہ سے تم کو یہ حکم دیا گیا ہے تا کہ تم سمجھ جاؤ“

کیا فریق ثانی کی منطق کی رو سے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ان احکام کے مخاطب

صرف کافر اور مشرک ہیں، کفار ومشرکین کے لیے تو شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل اولاد کا ارتکاب کرنا، فواحش ومنکرات کے قریب جانا حرام اور گناہ ہے لیکن مسلمانوں کے لیے ان اعمال قبیحہ کا ارتکاب بالکل جائز اور مستحسن ہے۔ مومنوں کے لیے شرک کرنا اور قتل کرنا بالکل درست ہے۔

(۴) اگر بفرض محال یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ مذکورہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کفار ومشرکین کو تو قرآن کریم کی تلاوت کے وقت شور وغل مچانے سے منع کیا گیا ہے لیکن مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت خوب شور وغل کیا کریں۔ کیا فرماتے ہیں علماء غیر مقلدین بیچ اس مسئلہ کے:

آنکھیں اگر بند ہیں پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

(۵) نیز اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت کریمہ کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تب بھی اس کو کافروں میں منحصر سمجھنا اور مسلمانوں کو اس سے خارج کر دینا باطل ہے، حالانکہ اس کا شان نزول ہی مومنوں کی نماز ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ فریق مخالف بڑی جرأت اور جسارت سے یہ بات کہتا ہے کہ اس آیت کا جو اولین مصداق ہے اس کو یہ آیت شامل نہیں بلکہ یہ صرف کفار ومشرکین کو شامل ہے۔ یا للعجب۔

(۶) اگر مان بھی لیا جائے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول کفار ومشرکین کا شور و غل مچانا ہے تو گزارش ہے کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم اور آیت کو اس کے شان نزول اور خاص سبب پر منحصر کر دینا غلط اور باطل ہے۔ اس کو صرف سبب نزول میں محصور و مسدود سمجھنا ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کا ارتکاب کوئی ادنیٰ طالب علم بھی نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم کی سینکڑوں ایسی آیات ہیں جو کسی خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن ان کا حکم چونکہ عام ہے اس لیے وہ اسی

سبب پر محصور و مقصور اور بند و مسدود نہیں ہیں۔

دیکھئے حضرت زید بن حارثہؓ کو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ رسول خدا ﷺ تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ اس آیت کریمہ کا سبب گو خاص ہے لیکن حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ اس آیت مقدسہ کی رو سے جیسا کہ زید بن حارثہؓ کو حضور علیہ السلام کا بیٹا کہنا جائز نہیں، ایسا ہی زید، عمر بکر اور خالد وغیرہ دیگر افراد و اشخاص کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا کہنا جائز نہیں۔ جس طرح حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں حکم ہے کہ ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے بلایا جائے، اسی طرح ہر شخص اور ہر فرد کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے۔

کیا غیر مقلدین حضرات اس آیت کریمہ کا یہ مطلب لیں گے کہ صرف حضرت زیدؓ کو ہی حضور علیہ السلام کا بیٹا کہنا منع ہے اور دوسرے افراد کو آنحضرت ﷺ کا بیٹا کہنا جائز ہے۔

مسئلہ قرأۃ خلف الامام احادیث نبویہ کی روشنی میں

پہلی حدیث (بطریق سلیمان تیمی)

عن ابی موسیٰ الاشعریؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَ عَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ۔

(صحیح مسلم ص ۱۷۴ ج ۱، ابوداؤد شریف ص ۱۴۰ ج ۱، ابن ماجہ ص ۶۱، مسند ابوعوانہ ص ۱۳۳ ج ۲، بیہقی ص ۱۵۵ ج ۱، مشکوٰۃ شریف ص ۸۱، دارقطنی ص ۳۲۸ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں (صحابہ کرامؓ کو) خطاب فرمایا، پس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم و تلقین فرمائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ پس حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (نماز شروع کرنے سے قبل) اپنی صفیں درست کرلو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور جب امام ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔

وجوہ استدلال

(۱)　ناظرین باتمکین! یہ حدیث صریح صحیح اور مرفوع ہے اور ہمارے دعویٰ پر واضح اور واشگاف دلیل ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے اہتمام سے نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور نماز میں امام اور مقتدیوں کے فرائض، وظائف، ذمہ داریوں کو بڑی وضاحت اور صراحت اور بڑے واضح اور بین طریقے سے بیان فرمایا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ، التباس اور شک وشبہ باقی نہ رہا۔

آپؐ نے اس حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ قرأۃ کرنا صرف امام کا فریضہ، وظیفہ اور ذمہ داری ہے۔ مقتدیوں کا کام اور وظیفہ صرف اور صرف خاموشی، توجہ اور انصات ہے۔

چونکہ یہ روایت مطلق ہے اس لیے سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے، لہٰذا اس حدیث کی رو سے مقتدیوں کے لیے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہوں یا سری امام کے پیچھے قرأۃ کرنے کی مطلق گنجائش نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد اس حدیث سے امام اور مقتدی کے فرائض اور وظائف پر روشنی ڈالنا ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

امام اور مقتدی کے فرائض ترک کر دیے ہوں۔ کیونکہ اگر آپ ایسا کریں تو تبلیغ احکام میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے اور نبی سے ایسی کوتاہی ناممکن ہے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان احکام کے وقت مقتدی کے فریضہ کو تو بیان نہ فرمائیں بلکہ اس فریضہ کی ضد اور الٹ اور عکس بیان فرمادیں۔ مثلاً اس کے ذمہ امام کے پیچھے قرأۃ کرنا فرض ہو لیکن آپ مقتدی کو قرأۃ کا حکم دینے کی بجائے اس کو قرأۃ نہ کرنے کا امر فرمائیں۔

(۲) امام اور مقتدی کے لیے جو افعال و اعمال فرض تھے وہ حضور علیہ السلام نے بڑی تشریح اور توضیح سے بیان فرمادیے۔ تکبیر تحریمہ دونوں کے لیے فرض تھی اس کی فرضیت اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا کے الفاظ سے بیان فرمائی، رکوع دونوں کے لیے فرض تھا اس کی وضاحت اِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا (جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو) سے فرمائی۔ سجدہ دونوں کے لیے فرض تھا اس کی تشریح کے لیے آپ کی زبان فیض ترجمان سے اِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا (جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو) کا جملہ صادر ہوا۔

جب حضور علیہ السلام نے امام اور مقتدی کے مشترکہ فرائض بیان فرمادیے تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے قرأۃ (جو بقول غیر مقلدین مقتدی کے لیے فرض ہے) کی فرضیت کے بیان سے نہ صرف پہلو تہی فرمائی بلکہ اس کی جگہ اس کی ضد انصات کو ذکر فرمایا۔ اگر قرأۃ مقتدی کے لیے بھی فرض ہوتی تو حدیث شریف کے الفاظ یوں ہوتے اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاقْرَؤُا جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔ لیکن حدیث شریف میں اِذَا قَرَءَ فَاقْرَؤُا کی بجائے اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کے الفاظ ہیں۔ اگر امام کے پیچھے قرأۃ فرض تھی تو رکوع سجود وغیرہ کی طرح اس کی فرضیت کی تشریح کیوں نہیں کی گئی۔

(۳) اگر بالفرض اس حدیث میں وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کے لفظ بھی مذکور و موجود ہوتے تب بھی یہ روایت اس پر دلالت کرتی کہ قرأۃ کرنا امام کا وظیفہ ہے نہ کہ مقتدیوں

کا۔ ان الفاظ کے بغیر حدیث شریف کا مفہوم و مضمون اور مطلب یہ ہوتا۔

جب تم نماز پڑھنا چاہو (پہلے) اپنی صفیں درست کرلو اور تم میں سے ایک شخص امامت کے فرائض انجام دے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر سورہ فاتحہ فرض ہوتی تو وَاِذَا قَالَ ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ کے بجائے جمع کا صیغہ وَاِذَا قُلْتُمْ ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمین ہوتا۔ جیسا کہ فقولوا آمین میں قولوا جمع کا صیغہ ہے ایسے ہی یہاں بھی قُلْتُمْ جمع کا صیغہ ہوتا۔

صحیح مسلم ص ۱۷۶ ج ۱ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اِذَا قَالَ الْقَارِئُ ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهٗ آمین کہ جب پڑھنے والا ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ کہے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ آمین کہیں۔ اس حدیث میں پڑھنے کی نسبت صرف امام کی طرف ہوئی ہے یہ اس امر کی واضح اور بین دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا صرف امام کا فریضہ ہے۔ مقتدی کا کام صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے ہاں البتہ آمین کہنے میں مقتدی برابر کے شریک ہیں۔

دوسری حدیث

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمین وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

(نسائی شریف ص ۱۰۷، ج ۱، ابن ماجہ شریف ص ۶۱، طحاوی شریف ص ۱۲۸، مشکوٰۃ شریف ص ۸۱، ج ۱)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔ جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

یہ حدیث بھی واضح طور پر امام اور مقتدی دونوں کے فرائض اور وظائف کی تعیین کرتی ہے کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأۃ کرنا اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی اور انصات ہے۔

تیسری حدیث

عن جابر بن عبداللہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاَۃُ الاِمَامِ لَهٗ قِرَاَۃٌ. (ابن ماجہ شریف ص ٦١)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے امام کی قرأۃ ہی کافی ہے''۔

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کو الگ پڑھنے اور علیحدہ قرأۃ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ اور امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اس حدیث شریف میں بھی سری اور جہری کی کوئی قید نہیں لہٰذا یہ بھی اپنے عموم پر ہونے کی وجہ سے ہر نماز کو شامل ہے۔

چوتھی حدیث

عن انسؓ قال صلی بِنَا رَسُوْلُ اللہِ ﷺ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا

بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُ وْنَ وَالاِمَامُ یَقْرَأُ فَسَکَتُوْا فَسَاَلَھُمْ ثَلٰثاً فَقَالُوْا اِنَّا نَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا۔ (طحاوی شریف ص ۱۰۷)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک نماز پڑھا کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کیا تم امام کے پڑھتے وقت (امام کی اقتداء میں) پڑھتے ہو؟ صحابہ کرام خاموش رہے، آپ ؐ نے تین دفعہ دریافت فرمایا تب صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں حضرت ہم امام کے پیچھے قرأۃ کرتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (آئندہ) ایسا مت کرنا۔

پانچویں حدیث:

عن عبداللہ بن مسعود قَالَ کَانُوْا یَقْرَءُ وْنَ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ خلطتُمْ عَلَیَّ الْقُرْآن (طحاوی شریف ص ۱۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶، کتاب القرأۃ ص ۱۴۴)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں قرأۃ کیا کرتے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ان کو ڈانٹتے ہوئے) فرمایا کہ تم لوگوں نے (میرے پیچھے پڑھ کر) مجھ پر قرآن کریم کی قرأۃ مختلط (خلط ملط) کردی ہے۔

چھٹی حدیث

عن الزھریؒ عن انسؓ اَن النَّبِیَّ ﷺ قَالَ وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا (کتاب القرأۃ ص ۱۱۳)

ترجمہ: ''امام زہریؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم

خاموش رہو۔

اس روایت میں بھی امام مقتدی دونوں کے وظائف پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں خاموشی، سکوت اور انصات ہے اور امام کا فریضہ یہ ہے کہ وہ قرأۃ کرے۔ دونوں کے الگ الگ وظائف ہیں۔ ان میں اشتراک نہیں بلکہ تقسیم ہے۔

ساتویں حدیث:

عن جابر بن عبداللہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامِ فَاِنَّ قِرَأۃَ الاِمَامِ لَہٗ قِرَأۃٌ . (طحاوی شریف ص ۱۰۶)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کے لیے امام کی قرأۃ ہی کافی ہے۔

امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔ اسے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

آٹھویں حدیث:

عَنْ جابر قَالَ اِنَّ رَجُلاً صَلّٰی خَلْفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ یَعْنِیْ یَقْرَأُ فَاَوْمیٰ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَنَھَاہُ فَاَبٰی فَلَمَّا اِنْصَرَفَ قَالَ اَتَنْھَانِیْ اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَذَاکَرَا حَتّٰی سَمِعَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قَرَأۃَ الاِمَامِ لَہٗ قِرَأۃٌ..

(کتاب القرأۃ ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں ظہر یا عصر کی نماز میں قرأۃ کی اثناء نماز میں ایک شخص نے اس کو اشارتاً منع کیا لیکن وہ دوسرا شخص باز

نہ آیا جب نماز سے فارغ ہو چکے تو قرأۃ کرنے والے شخص نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے حضور ﷺ کے پیچھے پڑھنے سے کیوں روکتے ہو وہ دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی گفتگو سن کر فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کے لیے امام کی قرأۃ ہی کافی ہے (اس کو الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے)

نویں حدیث

عن ابی هریرة ان رسول اللهﷺ اِنۡصَرَفَ مِنۡ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيۡهَا بِالۡقِرَاۃِ فَقَالَ هَلۡ قَرَأَمَعِيَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ آنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمۡ اَنَا يَا رَسُوۡلَ اللهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللهِﷺ اِنِّيۡ اَقُوۡلُ مَا لِيۡ اُنَازِعُ الۡقُرۡآن فَانۡتَهَى النَّاسُ عَنِ الۡقِرَاۃِ مَعَ رَسُوۡلِ اللهِﷺ فِيۡمَا جَهَرَ فِيۡهِ رَسُوۡلُ اللهِﷺ.

(موطا امام مالک ص ۲۹۔ نسائی شریف ص ۱۰۶۔ ابوداؤد شریف ج ۱، ص ۱۲۱۔ ترمذی شریف ص ۴۲۔ ابن ماجہ ص ۶۱۔ کتاب القرأۃ ص ۱۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جہری نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے (باوجودیکہ تمام صحابہ کرام موجود تے) ان میں سے صرف ایک شخص بولا کہ جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کے ساتھ قرأۃ کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کی قرأۃ میں جھگڑا کیوں کیا جارہا ہے۔ منازعت اور کشمکش کیوں

ہو رہی ہے مجھ سے قرآن کریم کیوں چھینا جا رہا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جہری نمازوں میں قرأۃ کرنے سے رک گئے۔

یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے (ملاحظہ فرمایئے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷ اور سنن ابی داؤد ج ۱۔ص ۱۳۰) جس میں تقریباً تمام صحابہ کرام موجود تھے لیکن ان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑھنے والا صرف ایک شخص تھا اس کو بھی امام کے پیچھے قرأۃ کرنے پر ڈانٹا گیا۔

اگر امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہوتا تو اس فریضہ کے ادا کرنے والے کو نہ ڈانٹا جاتا بلکہ اس کی تحسین وتصویب کی جاتی۔

جو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نہیں پڑھ رہے تھے بقول غیر مقلدین چونکہ وہ فرض کے تارک تھے اس لیے چاہیے تھا کہ ان کو فرض کے ترک پر ڈانٹا جاتا اور ان سے کہا جاتا کہ چونکہ تم ایک فرض کے ترک کے مرتکب ہوئے ہو اس لیے تمہاری نماز نہیں ہوئی لہٰذا نماز کا اعادہ کرو۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ فرض کے تارکین کو تو کچھ نہیں کہا گیا اور فاتحہ پڑھنے والے شخص کو ڈانٹ پلائی گئی۔

غیر مقلدین سے ہمارا ایک سوال ہے از راہ کرم وہ اسے حل کر کے شکریہ کا موقع دیں کہ کیا فرض ادا کرنے والوں کو ڈانٹا جاتا ہے یا فرض ترک کرنے والوں کو؟

قابل غور نکتہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو اپنی اقتداء میں قرأۃ کرنے کا حکم فرمایا ہوگا یا نہیں۔ اگر آپ نے اپنی اقتداء میں پڑھنے کا امر فرمایا تھا تو پھر حضور علیہ السلام کا اپنے ارشاد گرامی کی تعمیل کرنے والے کو ڈانٹنا چہ معنی دارد؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سرور کائنات ﷺ پہلے خود ہی ایک چیز کا حکم فرما دیں اور پھر اس کی تعمیل کرنے والے کو ڈانٹنا شروع کر دیں۔

نیز اگر آپ نے امام کی اقتداء میں پڑنے کا امر فرمایا تھا تو کیا بات ہے کہ سب صحابہ کرامؓ میں سے صرف ایک شخص اس حکم کی تعمیل کرتا ہے اور باقی سب صحابہ کرامؓ آپ کے ارشاد گرامی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

صحابہ کرامؓ جو شمع نبوت کے پروانے اور آفتاب رسالت کے دیوانے تھے جو آپ کے ادنیٰ اشارہ پر ہزار جان سے نچھاور ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ ان دیوانگان شمع رسالت کو حکم فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأۃ کیا کرو اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن صحابہ کرامؓ کی اکثریت آپؐ کے ارشاد کی تعمیل پر آمادہ نہیں ہوتی بلکہ آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے کیا صحابہ کرامؓ سے یہ جسارت ممکن ہے۔ بینوا توجروا۔

نیز یہ امر بھی قابل غور و لائق التفات اور خاص طور پر پیش نظر رکھنے کے لائق ہے کہ فریق ثانی کے مسلک کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے پڑھنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کو مقتدیوں کے لیے فرض بھی قرار دیا۔ تو یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ جو چیز آپ کی منازعت خلجان اور تکدر کا باعث بنی اور جس فعل پر آپ نے اظہار ناراضگی اور ناپسندیدگی فرمایا اور آپؐ نے جس حرکت کو ناپسند فرماتے ہوئے اس پر سرزنش کی اور ڈانٹا اور پھر اسی ناپسندیدہ فعل اور باعث خلجان عمل کو فرض بھی قرار دے دیا۔

فریق ثانی کے مسلک و مشرب کا حاصل اور لب لباب یہ نکلا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے پڑھنے کو ناپسند بھی فرمایا ہے اور پسند بھی۔ اس سے منع بھی فرمایا ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے۔

قرأۃ سے منازعت، مخالجت، مخاصمت اور کشمکش ہوتی بھی ہے اور نہیں بھی ہوتی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے پڑھنے کے فعل کو ناپسند اور باعث تکدر ہونے کے باوجود فرض قرار دیا۔ حاشا وکلا رسول اللہ ﷺ کی شان عالی اس سے

بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ بیک وقت دو متضاد باتوں کا حکم فرمادیں۔ نیز صحابہ کرامؓ کی شان اس سے بہت اونچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے لیے ایک امر کو ضروری قرار دیں لیکن صحابہؓ اسے قابل اعتناء نہ سمجھیں بلکہ اس کی خلاف ورزی کا ارتکاب کریں۔

دسویں حدیث

حضرت ابن عباسؓ سے ابن ماجہ میں ایک لمبی حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ لب لباب اور ماحصل یہ ہے کہ حضور ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپؐ نے امامت کے فرائض حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض فرمائے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ ایک مرتبہ جب مرض میں قدرے تخفیف محسوس ہوئی تو حضور ﷺ دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں تشریف لائے آپ کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز شروع کرا چکے تھے۔ آپ کی آمد محسوس کر کے پیچھے ہٹنے لگے آپ نے اشارہ فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو ابوبکر صدیقؓ مصلی کے قریب کھڑے ہو گئے اور ان کی جگہ حضور ﷺ مصلی پر تشریف فرما ہوئے اور بیٹھ کر نماز پڑھانا شروع کی اور ابوبکر صدیقؓ مکبر بن گئے اگلے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنَ الْقِرَاْۃَ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍؓ۔ (ابن ماجہ شریف ص ۸۸)

حضور ﷺ نے قرأۃ وہیں سے شروع کی جہاں تک حضرت صدیق اکبرؓ قرأۃ فرما چکے تھے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فَاسْتَفْتَحَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ حَیْثُ اِنْتَھٰی اَبُوْبَکْرٍؓ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۳، ص ۸۱)

پس حضور ﷺ نے قرآن کریم کے اس حصہ سے پڑھنا شروع

کیا جہاں تک حضرت ابوبکر صدیقؓ قرأۃ فرما چکے تھے۔

ایک تیسری روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

فَاسْتَتَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حَيْثُ انْتَهٰى اَبُوْبَكْرٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ.

(طحاوی شریف ج ا۔ص ۱۹۷)

کہ حضور ﷺ نے وہاں سے قرأۃ پوری کی جہاں تک حضرت ابوبکرؓ قرأۃ کر چکے تھے۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ، ثبت اور حجت ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی پوری سورۃ فاتحہ رہ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ رہ گیا تھا اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید بیمار تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے تھے۔ آپ کے دھیرے دھیرے تشریف لانے میں معمول سے زیادہ وقت صرف ہو گیا اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ کی تشریف آوری سے قبل نماز شروع فرما چکے تھے۔

ان حالات کے پیش نظر عقل و بصیرت اور انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ اگر مکمل طور پر نہ پڑھی گئی ہوگی تو اس کا اکثر حصہ تو یقیناً پڑھا جا چکا ہوگا۔ مگر باوجود اس کے حضور ﷺ کی نماز ہو گئی آپ نے اس کا اعادہ نہ فرمایا۔ اسے بیکار اور باطل قرار نہ دیا بلکہ اسے درست اور صحیح سمجھا۔ اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو حضور ﷺ کی یہ نماز نہ ہوتی آپ اسے باطل قرار دے کر اس کا اعادہ فرماتے۔

گیارہویں حدیث

عن ابی هريرة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَهَا قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ الاِمَام صُلْبَهٗ۔ (دار قطنی ج ا، ص ۳۴۸)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

جس شخص نے امام کو پشت سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں پالیا
اس نے رکعت کو پالیا۔

اس حدیث شریف سے پوری وضاحت اور صراحت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا یعنی اس کی رکعت ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا اس کے رکوع میں شریک ہونے سے پہلے امام فاتحہ پڑھ چکا ہوگا کیونکہ امام فاتحہ پڑھ کر ہی رکوع میں جاتا ہے۔ لیکن باوجودیکہ اس نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی یہ رکعت ہو گئی معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ اس شخص کی یہ رکعت نہ ہوتی۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ غیر مقلدین حضرات بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

بارہویں حدیث:

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ دَخَلَ الْمَسْجِد وَالنَّبِیُّ ﷺ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ۔ (سنن کبریٰ ج ۱، ص ۱۰)

حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے پہلے ہی وہ رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ صف میں مل گئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی پر حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں شامل ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی یہ رکعت ہو گئی۔ حضور ﷺ نے ان کی اس نماز کو کامل مکمل اور صحیح سمجھا اور ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر سورۃ

فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں فرض اور رکن ہے تو حضرت ابو بکرہ کی یہ نماز کیسے درست ہو گئی ان کو دوبارہ پڑھنے کا کیوں نہ حکم دیا گیا۔

غیر مقلد حضرات کو بھی بدرجہ مجبوری بادل نخواستہ اس حدیث کو صحیح ماننا پڑا ہے اور اس بات کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی علی الدار قطنی میں لکھتے ہیں۔

وفی ذلک دلالة علی ادراک الرکعة بادراک الرکوع و قد روی صریحاً عن ابن مسعودؓ و زیدؓ بن ثابت و ابن عمرؓ . (التعلیق المغنی علی الدار قطنی ص ۳۴۷)

اور اس (حدیث ابوبکرہؓ) میں اس بات پر دلالت ہے کہ امام کو رکوع میں پانے والا رکعت پالیتا ہے اور یہ مسئلہ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی صراحۃً روایت کیا گیا ہے۔

امام غرباء اہلحدیث ابو محمد مولوی عبدالستار صاحب اپنی تفسیر ستاری میں لکھتے ہیں۔

بیشک شرعاً مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ احادیث نبویہ و تعامل صحابہؓ سے اس کا کافی ثبوت پایا جاتا ہے مگر اس سے عدم وجوب فاتحہ پر استدلال کرنا محض غلط و باطل ہے۔ قرأۃ کا وجوب حالت قیام میں ہے نہ حالت رکوع میں جب حالت بدل گئی حکم بھی بدل گیا۔ (تفسیر ستاری ص ۳۶۷)

جواب: تفسیر ستاری کے مصنف کے اس جواب میں قطعاً کوئی وزن اور معقولیت نہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا جواب تو سراسر قیاس پر مبنی ہے جس کے متعلق یہ حضرات گلا پھاڑ پھاڑ کر اور چیخ چیخ کر یہ نعرہ لگایا کرتے ہیں اول من قاس ابلیس کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ آگے یہ ان کی بلا جانے کہ ابلیس کا قیاس کس نوعیت کا تھا۔ اور قیاس مجتہد کسے کہتے ہیں؟

پھر یہ بھی خوب رہی کہ جب حالت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا۔ اول تو اس کو ثابت کرنا چاہیے تھا کہ رکوع کرنے سے کیا حالت بدل گئی؟ کیا نماز ختم ہو گئی یا نمازی بدل گیا۔

آخر یہ مسئلہ کس حدیث سے آپ نے معلوم کیا کہ رکوع کرنے سے نماز یا نمازی کی حالت بدل جاتی ہے۔ حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث اور دوسری وہ احادیث جو رکوع پالینے سے رکعت پانے پر دلالت کرتی ہیں، سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں رکوع قیام کے حکم میں ہے کہ سجدہ پالینے سے رکعت نہیں ملتی اور رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے۔ جب رکوع بحکم قیام ہے تو رکوع سے حالت نہیں بدلی لہٰذا رکوع پالینے کی حالت میں رکوع میں قرأۃ فاتحہ فرض ہونی چاہیے۔

چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ اس طرف بھی گئے ہیں کہ رکوع میں فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔ کتاب القرأۃ بیہقی کی درج ذیل روایت ملاحظہ فرماویں۔

عن حسان بن عطية عن ابى الدر داء قال لا تترك الفاتحة خلف الامام زاد ابن ابى الحوارى ولوان تقرا وانت راكع وفى رواية اخرى عن ابى الدرداء قال لو ادركت الا مام وهو راكع لا حببت ان اقرء بفاتحة الكتاب . (کتاب القرأۃ بیہقی ص ۵۲)

حسان ابن عطیہ حضرت ابوالدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ چھوڑو چاہے رکوع ہی میں پڑھ لو۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں امام کو رکوع میں پاؤں تو اس کو پسند کروں گا کہ سورۃ فاتحہ رکوع ہی میں پڑھ لوں۔

اس اثر سے صاحب تفسیر ستاری کی بنائی ہوئی عمارت دھڑام سے پیوند زمین ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ رکوع سے حالت نہیں بدلی بلکہ رکوع میں قیام کی طرح قرأۃ

فاتحہ ہو سکتی ہے پس امام غرباء اہلحدیث کا یہ کہنا کہ جیسے شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی ویسے ہی شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے یہ احناف کے مسلک کے قوی، وزنی اور معقول ہونے کا اعتراف واقرار ہے۔ جب رکوع میں مقتدی کے ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور رکوع میں پڑھنا فرض نہیں حالانکہ رکوع بحکم قیام ہے تو معلوم ہوا کہ حالت قیام میں بھی مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ امام کی قرأۃ ہی مقتدی کی قرأۃ تصور کی جائے گی۔

حق بات یہ ہے کہ جو لوگ مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں ان کو یا تو داؤد بن علی ظاہری کی طرح اس بات کا قائل ہو جانا چاہیے کہ رکوع پالینے سے رکعت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یا پھر حضرت ابو درداؓ کی طرح اس بات کے قائل ہو جائیں کہ امام کو رکوع میں پانے والا رکوع کی حالت میں ہی سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔ اگر غیر مقلد حضرات جمہور کی طرح اس بات کے قائل ہوں گے کہ رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے اور رکوع میں فاتحہ پڑھنا فرض نہیں تو پھر وہ کسی طرح بھی مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض نہیں کہہ سکتے۔

رہا یہ اعتراض کہ حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے لیے قیام فرض ہے اور اس حالت میں ابو بکرہؓ صحابی کو قیام بھی نہیں ملا اور بغیر قیام کے ان کی وہ رکعت ہو گئی پس معلوم ہوا کہ قیام بھی فرض نہیں ہے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک قیام ارکان صلوۃ میں سے ایک اہم رکن ہے۔

جواب: معترضین حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ارشاد فرمائیں کیا ابو بکرہ نے تکبیر تحریمہ بھی کہی تھی یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ تکبیر کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ قیام کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ تکبیر تحریمہ بدوں قیام کے صحیح نہیں ہوتی علامہ شوکانیؒ اور امام طحاوی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ بغیر

قیام کے صحیح نہیں ہوتی۔اوراگر جواب نفی میں ہے تو ساری امت کے اجماع اور تعامل کے خلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بغیر کسی کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوتی۔

تیرہویں حدیث

عن جابرؓ قال قال رسول اللهﷺ كُلُّ صَلٰوةٍ لا يُقرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ إلا وَرَاءَ الإمَامِ.
(کتاب القرأۃ بیہقی ص ۱۳۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے مگر امام کی اقتدا میں جو نماز پڑھی جائے اس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

چودہویں حدیث

اخبرنا ابوسعد احمد بن محمد المالینی انا ابواحمد عبدالله بن عدی الحافظ نا جعفربن احمد الحجاج وَ جماعة قالو انا بحربن نصرنا يحيىٰ بن سلام نا مالک بن انس ناوهب بن کیسان قال سمعت جابر بن عبدالله يقول سمعت رسول اللهﷺ يقول مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلاوَرَاءِ الاِمَامِ. (کتاب القرأۃ ص ۱۳۶)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم کو ابوسعد احمد بن محمد مالینی نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابواحمد عبداللہ بن عدی الحافظ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن احمد حجاج نے اور ایک جماعت نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یحیٰی بن سلام نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مالک

بن انس نے بیان فرمایا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے وہب بن کیسان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی مگر امام کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اس سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ ہو جائے گی اور مقتدی کے لیے الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

پندرہویں حدیث

عن ابی ھریرۃؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کُلُّ صَلٰوۃٍ لا یُقْرَأُ فِیْھَا بِاُمِّ الْکِتَابِ فَھِیَ خِدَاجٌ اِلا صَلٰوۃَ خَلْفِ الاِمَامِ

(کتاب القرأۃ بیہقی ص ۱۷۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جاوے۔

(اس میں امام کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت نہیں وہ امام کے پیچھے پڑھے بغیر ہی ہو جاوے گی)

اس روایت میں خلف الامام اور ام الکتاب کی قید خاص طور پر ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھنی چاہیے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس حدیث شریف میں حضور ﷺ نے تمام نمازوں میں خواہ وہ جہری ہوں یا سری سورۃ فاتحہ کی قرأۃ کو ضروری، لازم اور واجب قرار دیا ہے مگر مقتدی کی نماز کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور مقتدی کے لیے پڑھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

مبارکپوری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات نے جہاں قرأۃ سے مازاد علی الفاتحہ کی تاویل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے ان کی یہ تاویل بھی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں خاص طور پر امّ الکتاب کی قید مذکور ہے جو ان کی مذکورہ تاویل کو غلط قرار دیتی ہے۔

مسئلہ قرأۃ خلف الامام

جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے فتووں کی روشنی میں

جمہور سلف و خلف کی تفسیر کی روشنی میں قرآن کریم کا واضح، ناطق، اور واشگاف فیصلہ پیش کیا جا چکا ہے۔ نیز اس بارہ میں صحیح، صریح اور مرفوع احادیث بھی پیش کی جا چکی ہیں۔ اب احقر مناسب سمجھتا ہے کہ شمع نبوت کے پروانوں اور آفتاب رسالت کے دیوانوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار، آراء و افکار اور فتاویٰ پیش کر دیے جائیں۔ تاکہ ناظرین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آفتاب نبوت سے براہ راست اکتساب فیض کرنے والوں نے امام کے پیچھے قرأۃ کرنے کے بارے میں کیا سمجھا ہے، اس بارے میں ان کے اقوال و فتاویٰ کیا ہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس سلسلہ میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرام کی اکثریت احناف کی ہمنوا، ہم صدا اور مؤید ہے۔

نہ صرف یہ کہ ان سے امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت وارد ہے بلکہ پڑھنے والوں کے لیے دھمکیاں اور وعیدیں بھی منقول ہیں۔

حضرت مسروق جو بہت بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ۔

قَالَ وَجَدتُّ عِلْمَ اَصْحَابِ مُحَمَّد ﷺ اِنْتَهٰی اِلٰی سِتَّةٍ، اِلٰی عُمَرَ وَ عَلِی و معاذ وابی الدر داء وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنهم (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۲۵)

میں نے صحابہ کرامؓ سے اکتساب فیض کرنے کے بعد دیکھا کہ ان سب کا علم چھ (بزرگ) صحابہ کرام کی طرف لوٹتا ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء اور حضرت زید بنؓ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری دینی مسائل کی نشر واشاعت اور ترویج کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کو تین طبقات پر منقسم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ایک طبقہ وہ ہے جس سے دینی مسائل کی نشر واشاعت اور ترویج کم ہوئی ہے۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جو اس بارے میں متوسط رہا ہے۔ تیسرا وہ طبقہ ہے جس سے دینی مسائل واحکام کی نشر واشاعت اور ترویج بہت زیادہ ہوئی ہے۔

مبارکپوری صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

وکان المکثرون منھم سبعة عمرؓ بن الخطاب وعلیؓ بن ابی طالب و عبداللہؓ بن مسعود و عائشہؓ ام المومنین و زید بن ثابتؓ و عبداللہؓ بن عباس و عبداللہ بن عمرؓ.

جن صحابہ کرام سے دین کی بہت زیادہ نشر واشاعت ہوئی ہے ان میں سے یہ سات حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حسن اتفاق سے مذکورہ جلیل القدر وعظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کی اکثریت اس بارہ میں (امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرنے کے سلسلہ میں) احناف کثر اللہ سوادہم کے ساتھ ہے **فللہ الحمد علی ذلک**۔ اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتوے ملاحظہ فرمائیں۔

فتویٰ حضرت زید بن ثابتؓ

عن عطاء اِنَّهٗ سَاَلَ زَیْدَ بن ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مع الامام فَقَالَ لا قِرَائَۃَ مَعَ الاِمَامِ فِیْ شَیْئٍ مِنَ الصَّلٰوۃِ.

(مسلم شریف ج۱، ص ۲۱۵۔ نسائی شریف ج۱، ص ۱۱۱۔ مسند ابو

عوانہ ج ۲، ص ۲۰۷۔ طحاوی شریف ص ۱۰۸)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں (خواہ سری ہو یا جہری) کوئی قرأۃ نہیں کی جاسکتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور موطا امام محمد میں حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ فتویٰ ان الفاظ سے منقول ہے۔

عن زید بن ثابت قال مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الاِمَامِ فَلا صَلٰوۃَ لَہٗ

(موطا امام محمد ص ۴۶) (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأۃ کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶ میں حضرت ابن ثوبان نے حضرت زید بن ثابت کا یہ اثر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔

عن ابن ثَوبَانِ عن زیدؓ بن ثابت قال لا یُقْرَءُ خَلْفَ الاِمَامِ اِنْ جَھَرَ وَاِنْ خَافَتَ.

حضرت ابن ثوبان حضرت زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے امام بلند آواز سے پڑھتا ہو یا پست آواز سے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ فتویٰ اس امر کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں کسی قسم کی قرأۃ کا کوئی حق نہیں۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

عن ابن عمرؓ قال اذا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الاِمَامِ فَحَسْبُہٗ

قِرَائَۃُ الاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَاْ وَکَانَ عَبْدُاللّٰہِ بنُ عُمَرَ لا یَقْرَاُ خلفَ الاِمَامِ.

(موطاامام مالک ص ۲۹، طحاوی شریف ص ۱۲۹، موطاامام محمد ص ۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ تم میں سے جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأۃ ہی کافی ہے اور جب اکیلا اور تنہا پڑھے تو اس کو پڑھنا چاہیے اور حضرت عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ کا یہ اثر موطا امام محمد میں ان الفاظ سے روایت کیا گیا ہے۔

عن ابن عمرؓ قال مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الاِمَامِ کَفتہٗ قِرأتُہٗ

(موطاامام محمد ص ۴۳)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کے لیے امام کی قرأۃ ہی کافی ہے۔

فتویٰ حضرت جابر بن عبداللہؓ

عن وھب بن کَیْسَانَ اِنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بن عبدُاللّٰہِ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی رَکَعۃً لَمْ یقْرَا فِیْھَا بِاُمِّ القرآن فَلَمْ یُصَلِّ اِلا وَرَاءَ الاِمَامِ .   (موطاامام محمد ص ۴۲)

وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ جس شخص نے کوئی رکعت بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں)

اس اثر میں مبارکپوری صاحب کی یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ قرأۃ سے مراد جہر ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص کوئی رکعت پڑھے اور اس

میں سورۃ فاتحہ جہر سے نہ پڑھے اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے زور سے نہ پڑھے اس سے یہ لازم آئے گا کہ منفرد پر سورہ فاتحہ زور سے پڑھنا واجب ہے حالانکہ اہل اسلام میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ

عن ابنؓ مسعود قَالَ اَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ فَاِنَّ فِیْ الصَّلٰوۃِ شُغْلاً وَسَیَکْفِیْکَ ذٰلِکَ الاِمَامُ ۔

(طحاوی شریف ص ۱۰۷۔ موطا امام محمد ص ۹۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۔ ص ۳۷۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرآن کے لیے خاموش رہو کیونکہ نماز میں (دوسرا) شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر ونواہی اور وعدو وعید پر غور کرنا) اور تم کو (قرأۃ کے بارہ میں) امام کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دوسرا فتویٰ

لَیْتَ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الاِمَامِ مُلِئَ فُوْہُ تُرَابًا.

(طحاوی شریف ص ۱۰۷)

وہ شخص جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ

امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں داؤد بن قیس سے اور وہ محمد بن عجلان سے روایت کرتے ہیں۔

قال علیؓ مَنْ قَرَأَ مَعَ الاِمَامِ فَلَیْسَ عَلَی الْفِطْرَۃِ.

(مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۷۔ دار قطنی ج ۱، ص ۱۲۱۔ طحاوی ج ۱، ص ۱۰۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے
پڑھا وہ فطرت (سنت) پر نہیں ہے یعنی وہ سنت پر عامل نہیں بلکہ
بدعت کا پیروکار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فتویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان الفاظ سے
مروی ہے۔

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الاِمَامِ فَقَدْ اَخْطَاَ الْفِطْرَۃَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا، ص ۳۷۶)

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے سنت کی خلاف ورزی
اور مخالفت کی۔

مصنف عبدالرزاق اور کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر
بایں الفاظ منقول ہے۔

عن علیؓ ان عَلِیًا قال مَنْ قرا خلف الاِمَامِ فلا صَلٰوۃَ لَہٗ.

(مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۹۔ کنز العمال ج ۸، ص ۱۸۴)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے
امام کے پیچھے قرأۃ کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

فتویٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

عن ابی جمرۃ قال سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰہ بن عباسؓ اَقْرَأُ
وَالاِمَامُ بَیْنَ یَدَیَّ قَالَ لا . (طحاوی شریف ج ا، ص ۱۲۹)

حضرت ابو جمرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ
سے پوچھا کہ جب امام میرے آگے قرأۃ کر رہا ہو تو کیا میں بھی
قرأۃ کروں (پڑھوں) انہوں نے فرمایا نہیں۔

اس اثر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے صاف طور پر مقتدیوں کو امام کے

پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دوسرا فتویٰ

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا گیا۔

اِنَّ نَاسًا يَقْرَؤنَ فِيْ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كان لِيَ سَبِيْلٌ لَقَلَعْتُ اَلْسِنَتَهُمْ. (طحاوی شریف ج۱،ص۱۲۱)

کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں (امام کے پیچھے) قرأۃ کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر میرا بس چلے تو میں ان کی زبانیں (گدی سے) کھینچ لوں۔

حضرت ابن عباسؓ کے اس فتویٰ میں اگرچہ خلف الامام کی قید مذکور نہیں مگر معمولی غور وخوض، ادنیٰ سوچ و بچار، اور تھوڑے سے تفکر وتدبر کے بعد یہ بات بخوبی واضح، واشگاف اور روشن ہو جاتی ہے کہ امام اور منفرد کے لیے تو بالاتفاق پڑھنا ضروری ہے۔ امام اور منفرد کے بارے میں تو یہ شدید دھمکی ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ وعید شدید امام کے پیچھے قرأۃ کرنے والوں کے بارے میں ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کا فتویٰ

عن عمرؓ بن الخطاب قال لَيْتَ فِيْ فَمِ الَّذِيْ يَقْرَا خَلْفَ الاِمَامِ حَجَرًا.

(موطا امام محمد ص ۹۸ مصنف عبدالرزاق ج ۲،ص ۱۳۸)

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے منہ میں پتھر پڑ جائیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمرؓ کا یہ فتویٰ بایں الفاظ منقول ہے۔

عن نَافِعٍ وانس بن سِيْرِين قال قال عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

تَكْفِيكَ قِرَاْئَتُهٗ (الامام، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶)

حضرت نافع اور انس بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ مقتدی کو امام کی قرأۃ کافی ہے۔

حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کا فتویٰ

عن سعدؓ قال وَدِدْتُ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الاِمَامِ فِیْ فِیْهِ جَمْرَۃٌ.

(موطا امام محمد ص ۹۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶)

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میری تمنا اور خواہش ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارے بھر جائیں۔

فتویٰ حضرت عبداللہؓ بن عمر و زیدؓ بن ثابت و جابرؓ بن عبداللہ

عن عبید اللہ بن مِقْسَمٍ اَنَّهٗ سَاَلَ عبداللہ بن عمرؓ و زیدؓ بن ثابت و جابرؓ بن عبداللہ فَقَالُوْا لَایَقْرَا فِیْ شَیْئٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ. (طحاوی شریف ص ۱۰۷)

عبید بن مقسم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو ان سب حضرات نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی (سری ہو یا جہری) قرأۃ نہ کی جائے۔

فتویٰ حضرات خلفاء راشدینؓ

اخبرنی موسی بن عقبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کَانُوْا یَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَائَۃِ خَلْفَ الاِمَامِ

(مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۹)

امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ صدیق اور عمر فاروقؓ اور عثمانؓ غنی رضی

اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ستّر بدری صحابہ کرامؓ کا فتویٰ

قال الشعبی اَدْرَکْتُ سَبْعِیْنَ بَدْرِیًّا کُلُّهُمْ یَمْنَعُوْنَ الْمُقْتَدِی عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الاِمَامِ۔

(روح المعانی ج ۹، ص ۱۵۲)

حضرت شعبیؒ جو بہت بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کرامؓ کو پایا وہ سب کے سب امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

مسئلہ قرأۃ خلف الامام

تابعین عظام کے فتووں کی روشنی میں

ناظرین کرام! صحابہ کرام کے اقوال و آثار پیش کیے جا چکے ہیں۔ اب تابعین عظام کے کچھ آثار و فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں تا کہ ناظرین کرام معلوم کر سکیں کہ خیر القرون کے درخشندہ ستاروں اور آسمان ہدایت کے روشن سیاروں تابعین عظام کا قرأۃ خلف الامام کے بارے میں مسلک کیا تھا انہوں نے اس بارہ میں قرآن و حدیث سے کیا سمجھا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ

عن مغیرة عن ابراهیم انه کان یکره القرأة خلف الامام و کان یقول تکفیک قرأة الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۷)

حضرت مغیرہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی امام کے پیچھے پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور

فرماتے تھے کہ مقتدی کو امام کی قرأۃ ہی کافی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر کا فتویٰ

عن ابی بشر عن سعیدؒ بن جبیر قال سالته عن القرأة خلف الامام قال لیس خلف الامام قرأة.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۷)

حضرت ابو بشرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعیدؒ بن جبیر سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأۃ نہیں یعنی سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں میں قرأۃ نہیں۔

حضرت سعیدؒ بن مسیّب کا فتویٰ

عن قتادة عن ابن المسیب قال انصت للامام

(کتاب القرأۃ ص ۹۱)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا کہ امام کی قرأۃ کے لیے خاموش رہو۔ یعنی امام کے پیچھے قرأۃ کی ضرورت نہیں۔

حضرت محمدؒ بن سیرین کا فتویٰ

عن محمدؒ قال لا اعلم القرأة خلف الامام من السنة

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷، ج ۱)

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے پڑھنے کو سنت نہیں سمجھتا یعنی میرے نزدیک امام کے پیچھے پڑھنا سنت کی خلاف ورزی کرنا اور بدعت کا ارتکاب کرنا ہے۔

حضرت علقمہ بن قیس کا فتویٰ

عن ابی اسحاق ان علقمة بن قیس قال ان الذی یقرا خلف الامام ملی فوه ترابا او رضفا.

(مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۹۔ موطا امام محمد ص ۹۵)

حضرت ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ میری تمنا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کا منہ مٹی یا گرم پتھر سے بھر جائے۔

حضرت اسود بن یزید کا فتویٰ

عبدالرزاق بن ہمام اپنے مصنف میں سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام اعمش اور وہ ابراہیم نخعی اور وہ اسود بن یزیدؒ سے وہ فرماتے ہیں۔

قال وددت ان الذی یقرا خلف الامام ملی فوه ترابا

(مصنف عبدالرزاق ج ۲، ص ۱۳۹)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱، ص ۳۷۶ میں حضرت اسود بن یزیدؒ سے یہ فتویٰ ان الفاظ سے مروی ہے۔

عن الاسود بن یزید لان اعض علی جمرة احب الی ان اقرء خلف الامام.

امام کے پیچھے پڑھنے سے میرے لیے یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں منہ میں انگارہ رکھ لوں۔

حضرت عمرو بن میمونؒ کا فتویٰ

عن اشعث عن مالک بن عمارة قال سئلت لا ادری کم رجل من اصحاب عبدالله بن مسعود کلهم

یقولون لا یقرا خلف الامام منھم عمرو بن میمون

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا، ص ۳۷۷)

اشعث حضرت مالک بن عمارۃ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بے شمار شاگردوں سے (امام کے پیچھے پڑھنے کے بارہ میں سوال کیا) ان سب نے (بالاتفاق) کہا کہ امام کے پیچھے قرأۃ نہیں کرنی چاہیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وہ شاگرد جن سے میں نے اس بارہ میں سوال کیا ان میں سے حضرت عمرو بن میمون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت ضحاکؒ کا فتویٰ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

کان الضحاک ینھی عن القرأۃ خلف الامام.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا، ص ۳۷۷)

حضرت ضحاک تابعیؒ امام کے پیچھے قرأۃ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عروہؒ بن زبیر کا فتویٰ

ہشام بن عروہ اپنے والد ماجد حضرت عروہؒ بن زبیر سے روایت فرماتے ہیں۔

انہ کان یقرا خلف الامام اذا لم یجھر فیہ الامام

(موطا امام مالکؒ کتاب القرأۃ ص ۱۰۰)

کہ عروہؒ بن زبیر امام کے پیچھے صرف سری نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

مسئلہ قرأۃ خلف الامام

تبع تابعین کے فتووں کی روشنی میں

حضرت سفیان بن عیینہ

امام سفیان بن عیینہؒ جو تبع تابعین میں بڑا اونچا اور ممتاز مقام رکھتے تھے، وہ امام کے پیچھے مطلقاً (سری جہری دونوں میں) قرأۃ کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی مرفوع حدیث **لاصلوة لمن لم يقرا بفاتحة الكتاب فصاعدا** کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث شریف ''**لمن يصلي وحده**'' (ابوداؤد ج ا ص ۱۱۹) اس شخص کے لیے ہے جو تنہا نماز پڑھتا ہو۔ یعنی یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے کہ منفرد کے لیے پڑھنا ضروری ہے۔ مقتدی کے حق میں نہیں اس لیے کہ مقتدی کے لیے امام کی قرأۃ کافی ہے۔

امام سفیان بن عیینہؒ کے اس ارشاد (**هذا لمن يصلي وحده**) سے یہ بات بالکل عیاں اور الم نشرح ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک مقتدی کے لیے امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ

حضرت سفیان ثوری سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأۃ کے قائل نہ تھے چنانچہ مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال سفيان الثوری واصحاب الرای لايقرا خلف الامام فيما جهراً او سراً (تحفة الاحوذی ۲۵۷)

سفیان ثوریؒ اور اصحاب رائے کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں نہ پڑھا جائے۔

امام عبداللہ بن وہبؒ

رئیس المحققین، سید المحدثین، سند المفسرین امام العصر حضرت العلام جناب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن وہب کا مسلک بھی امام ابن عیینہؒ کی طرح یہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأۃ نہ کی جائے۔
(فصل الخطاب ص ۸۰)

امام اوزاعیؒ

امام اوزاعیؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأۃ کی فرضیت کے قائل نہ تھے، صرف سری نمازوں میں قائل تھے وہ بھی استحبابی طور پر نہ کہ وجوباً چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں۔

ومذهب طائفة كالاوزاعي و غيره من الشاميين يقراها استحبابا۔　(فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۶۷)

امام اوزاعی اوران کی علاوہ شام کے علماء کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف مستحب ہے یعنی اگر نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جہری نمازوں میں پڑھنے سے روکتے تھے اور سری میں پڑھنے کی صرف اجازت دیتے تھے اور اس کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری جزء القرأۃ میں لکھتے ہیں۔

قال ابو وائل عن ابن مسعودؓ قال انصت للا مام وقال ابن المبارک ان هذا فی الجهر و انما يقرء خلف الامام فيما سكت الامام.　(جزء القرأۃ ص ۱۲)

ابو وائل حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ امام

کے پیچھے خاموش رہا کرو۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرنی چاہیے اور سری نمازوں میں پڑھ لینا چاہیے، وہ بھی وجوبی طور پر نہیں۔

مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔

فان عبداللہ بن مبارک لم یکن من القائلین بوجوب القرأۃ خلف الامام ۔ (تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن مبارک ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

امام زہریؒ

حضرت امام زہری جیسے حدیث کے عظیم امام بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری (مشہور غیر مقلد عالم) تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں۔

قال الزہریؒ و مالکؒ و ابن المبارکؒ واحمدؒ واسحقؒ یقرا فیما اسر الامام فیہ و لا یقرا فیما جھر بہ (تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۵۰ مغنی ابن قدامہ ص ۱۰۹)

امام زہریؒ، امام مالکؒ، امام ابن مبارکؒ اور امام احمدؒ اور امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں مقتدی کو نہیں پڑھنا چاہیے اور سری میں پڑھ لینا چاہیے۔

امام اسحٰقؒ

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے مذکورہ بالا عبارت میں امام اسحٰق بن راہو یہ کا بھی وہی مسلک بیان کیا ہے جو امام زہریؒ، امام مالکؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، اور امام احمدؒ بن حنبل کا تھا کہ جہری نمازوں میں نہیں پڑھنا چاہیے۔

علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اپنی مشہور اور بے نظیر کتاب ''تفسیر روح المعانی'' میں لکھتے ہیں۔

وذهب قوم الى ان المأموم يقرا اذا اسر الا مام لا يقرا اذا جهر وهو قول عروة بن زبير واحمد واسحق

(روح المعانی ص ۱۵۱)

علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی سری نمازوں میں پڑھے اور جہری میں نہ پڑھے۔ یہی قول ہے حضرت عروہ بن زبیر کا اور امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا۔

امام لیث بن سعدؒ

اہل مصر کے امام حضرت لیث بن سعدؒ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں۔

وهذا مالكؒ فى اهل الحجاز وهذا الثوريؒ فى اهل العراق وهذا الا وزاعيؒ فى اهل الشام وهذا ليث فى اهل مصر ما قالوا لرجل صلى وقرا امامه ولم يقرا هو صلوته باطلة. (مغنی ابن قدامہ ص ۱۰۶ ج ۱)

یہ اہل حجاز کے امام مالکؒ ہیں اور یہ امام ثوریؒ ہیں جو اہل عراق کے امام ہیں اور یہ امام اوزاعی ہیں شام والوں کے امام اور یہ لیث بن سعد امام اہل مصر ہیں ان آئمہ مذکورہ میں سے کسی نے بھی یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب امام قرأۃ کر رہا ہو اور مقتدی نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل اور بیکار ہوتی ہے۔

حضرات آئمہ مجتہدینؒ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک

حضرت امام اعظمؒ امام کے پیچھے مطلقاً سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہ تھے نہ جہری میں اور نہ سری میں۔

تفسیر ستاری کے مؤلف کی غلط بیانی اور دروغ گوئی

تفسیر ستاری کا مولف تفسیر ستاری کے ص ۲۵۶ پر لکھتا ہے۔

"آیئے ہم آپ کو بتلائیں کہ امام صاحب کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول قدیم، دوسرا قول جدید، علامہ شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد امام محمد کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنی چاہیے، ان کا قدیم (پرانا) قول ہے۔ امام صاحبؒ اور امام محمدؒ نے اپنے اس پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لیے الحمد پڑھنے کو مستحسن اور مستحب قرار دیا ہے۔"

مولف مذکور کو امام محمدؒ کی تصانیف اور فقہائے احناف کی مشہور و معروف اور معتبر و متداول کتب سے تو یہ قول نہ مل سکا لہٰذا انہوں نے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہوئے علامہ شعرانی شافعی کی کتاب میزان الکبریٰ کا سہارا ڈھونڈا۔ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" جب علماء احناف کی کتب اطراف عالم اور اکناف دنیا میں شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہیں، امام محمدؒ کی کتب "موطا امام محمد" اور "کتاب الآثار" عام طور پر دستیاب ہیں تو ان سے اعراض اور صرف نظر کر کے ایک دوسرے مکتب فکر کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا از حد تعجب اور از بس حیرت کا باعث ہے۔ جب امام محمدؒ کی اپنی کتب میں اس سلسلہ میں تصریحات و تفصیلات موجود ہیں ان کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے مسلک کے عالم کی کتاب کی طرف رجوع کرنا مطلب پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

ثانیاً مؤلف تفسیر ستاری کا یہ دروغ بے فروغ ہے کہ میزان الکبریٰ میں امام صاحبؒ کے دو قول مذکور ہیں اس لیے احقر نے یہ حوالہ تلاش کرنے کے لیے میزان الکبریٰ کا از اول تا آخر خوب گہرا مطالعہ کیا۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود یہ حوالہ اس کتاب میں نہ مل سکا اس سلسلہ میں مؤلف مذکور نے اپنی مطلب برآری کے لیے اپنی طرف سے ایک بات گھڑ کر علامہ شعرانی کے سر تھوپ دی۔

احقر اس مقام کی تحقیق وریسرچ میں مختلف کتب کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ محقق عصر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کی شہرہ آفاق کتاب اعلاء السنن کی درج ذیل عبارت نظر افروز ہو کر بیحد مسرت کا باعث ہوئی کہ مولانا موصوف کی تحقیق بھی اس بارے میں یہی ہے کہ میزان الکبریٰ وغیرہ میں یہ بات سرے سے موجود ہی نہیں۔

مولانا رقمطراز ہیں۔ ولم اظفر بهذا الكلام في كتب العلامة الشعراني من الميزان او كشف الغمة و رحمة الامة (اعلاء السنن ص ۹۳ ج ۴)

اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مسلک کی تحقیق امام محمدؒ کی اپنی تصانیف سے کر دیں۔

امام محمدؒ اپنی مشہور کتاب ''کتاب الآثار'' میں رقمطراز ہیں۔

قال محمد لا ينبغي ان يقرا خلف الامام في شئی من الصلوات (کتاب الآثار ص ۱۸۷)

امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی خواہ وہ جہری ہو یا سری نہیں پڑھنا چاہیے۔

امام محمدؒ اپنی معروف کتاب، کتاب الآثار میں ایک دوسرے مقام میں تحریر فرماتے ہیں۔

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا حماد عن ابراهيم قال ماقرا علقمة بن قيس فيما يجهر فيه ولا

فیما لا یجهر فیه ولا فی الرکعتین الاخیرین ام القران ولا غیرها خلف الامام قال محمد وبه ناخذ لانری القرأة خلف الامام فی شیئی من الصلوٰة یجهر فیه اولا یجهر (کتاب الآثار ص ۱۶۴)

امام محمد نے فرمایا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد نے بیان کیا وہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیس امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی سری میں اور نہ دوسری دو رکعتوں میں نہ سورۃ فاتحہ اور نہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت۔ امام محمد نے فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں سمجھتے نہ جہری میں اور نہ ہی سری میں۔

امام محمدؒ، موطا امام محمدؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال محمدؒ لا قرأة خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیمالم یجهر فیه بذلک جاء ت عامة الآثار و هو قول ابی حنیفة . (موطا امام محمد ص ۹۳)

امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے نہ جہری نمازوں میں پڑھا جائے اور نہ ہی سری میں۔ عام آثار و روایات اسی پر دلالت کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔

امام ابن ہمامؒ فتح القدیر ج اص ۲۴۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

والحق ان قول محمد کقو لهما فان عباراته فی کتبه مصرحة بالتجافی عن خلافه فانه قال فی کتاب الآثار فی باب القرأة خلف الامام بعد ما اسند الی علقمة بن

قیس انه ماقرا قط فیما یجهر فیه ولا فیما لا یجهر فیه قال وبه ناخذلا نری القرأة خلف الامام فی شیئی من الصلوٰة یجهر فیه اولا یجهرفیه وفی موطه بعد ان روی فی منع القرأة فی الصلوة ما روی قال قال محمد لا قرأة خلف الامام فیما جهر فیه وفیما لا یجهر بذلک جاء ت عامة الاخبار و هوقول ابی حنیفة .

(فتح القدیر ج ا ص ۲۴۱)

حق بات یہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول بھی (امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے بارہ میں) امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ جیسا ہے۔اس لیے کہ امام محمدؒ کی تصانیف کی عبارات اس اختلاف کی صراحتاً نفی کرتی ہیں کیونکہ امام محمد نے اپنی کتاب ''کتاب الآ ثار'' میں باب القرأۃ خلف الامام میں علقمہ بن قیس تک سند پہنچانے کے بعد کہا کہ علقمہ بن قیس نہ جہری نمازوں میں پڑھتے تھے اور نہ ہی سری میں۔امام محمدؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ہم امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں مطلقاً قرأۃ کے جواز کے قائل نہیں ''موطا امام محمد'' میں بھی امام محمد نے امام کے پیچھے قرأۃ کی ممانعت کی روایات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں نہ پڑھنا چاہیے۔ عام روایات ممانعت کے بارے میں آئی ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔

امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا مسلک جب امام محمدؒ کی اپنی تصانیف میں بڑی صراحت اور وضاحت سے مرقوم و مسطور ہے تو ان کو چھوڑ کر دوسرے مکتب فکر کے عالم

کی کتب سے استدلال کرنا دراں حالیکہ وہ حوالہ اس کتاب میں مذکورو مسطور اور مرقوم منقول بھی نہ ہو، انتہائی دیدہ دلیری انتہائی ناانصافی اور انتہائی کذب بیانی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

ثانیاً بالفرض اگر امام محمد کا یہ قول کہ وہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے، صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس سے فریق ثانی کا مدعی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام محمدؒ کی عبارت سے زیادہ سے زیادہ استحباب واستحسان ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی سری نمازوں میں تو اس سے غیر مقلدین کا دعویٰ جو کہ امام کے پیچھے سب نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کا ہے کیسے ثابت ہوا۔ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت شرط ہے جو یہاں معدوم ومفقود ہے۔

امام مالکؒ کا مسلک

امام دار الہجرۃ حضرت امام مالکؒ بھی امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے حق میں نہ تھے اور سری نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب وفرضیت کے قائل نہیں۔ چنانچہ موطا امام مالکؒ میں مرقوم ہے۔

قال یحییٰ سمعت مالکاً الامر عندنا ان یقر الرجل وراء الامام فیما لا یجهر فیه الامام بالقرأة ویترک القرأة فیما یجهر فیه الامام بالقرأة۔ (موطا امام مالک ص۲۹)

(امام مالکؒ کے مشہور شاگرد) امام یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ آدمی (مقتدی) امام کے پیچھے سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں۔

وقال الزهری ومالک وابن المبارک و احمد و اسحق یقرا فیما اسرفیه ولا یقرا فیما جهربه.

(تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۵۷)

امام زہریؒ امام مالکؒ حضرت عبداللہ بن مبارک امام احمد اور امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں مقتدی قرأۃ کر سکتا ہے۔ اور جن نمازوں میں امام بلند آواز سے پڑھتا ہے ان میں مقتدی کے لیے پڑھنے کی گنجائش نہیں۔

امام موفق الدین بن قدامہ حنبلیؒ رقمطراز ہیں۔

وجملة ذلک ان القرأة غیر واجبة علی الماموم فیما جهربه الامام ولا فیما اسرنص علیه احمد فی روایة الجماعة وبذلک قال الزهریؒ والثوری وابن عیینة ومالکؒ وابو حنیفةؒ واسحق. (مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۹)

حاصل کلام یہ کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں نہ جہری نمازوں میں اور نہ ہی سری میں۔ امام احمد بن حنبل نے یہ صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ علماء کرام کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے۔ امام زہریؒ سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام اسحٰق کا مسلک یہی ہے۔

مذکورہ تصریحات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہوا کہ امام مالکؒ کے نزدیک سری اور جہری دونوں قسم کی نمازوں میں مقتدی پر قرأۃ واجب نہیں۔ جہری نمازوں میں تو ان کے نزدیک پڑھنا منع ہے۔ سری نمازوں میں پڑھنے کی صرف اجازت ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک

امام شافعیؒ کے مسلک کو سمجھنے میں بڑے بڑے حضرات نے ٹھوکر کھائی ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے اور کسی نے کچھ۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسرے علماء کے اقوال پیش کرنے کے بجائے خود امام شافعیؒ کی اپنی کتاب ''کتاب الام'' سے ان کا مسلک نقل کر دیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ''کتاب الام'' امام شافعیؒ کی جدید تصانیف میں سے ہے یہ کتاب ان کتب جدیدہ میں سے ہے جو انہوں نے مصر میں تصنیف کیں۔ لہٰذا اگر ان کی کسی قدیم کتاب میں اس کے خلاف نظر آئے تو یہ قول جدید ان کے قول قدیم کے لیے ناسخ تصور ہوگا۔

امام شافعی اپنی کتاب ''کتاب الام'' میں رقمطراز ہیں۔

ونحن نقول کل صلوۃ صلیت خلف الامام والامام یقراء قرأۃ لا یسمع فیما قرا فیھا۔ (کتاب الام ص۱۵۳ ج۷)

ترجمہ: ''اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأۃ کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (آہستہ پڑھتا ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأۃ کرے''۔

امام شافعیؒ کی اس عبارت سے یہ بات بالکل صاف اور بے غبار ہو جاتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کی اقتداء میں سورۃ فاتحہ پڑھنا درست نہیں، فرض ہونا تو درکنار جہری نمازوں میں مقتدی کا پڑھنا درست اور صحیح بھی نہیں۔ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھ سکتا ہے جن میں امام کی قرأۃ سنی نہ جاتی ہو یعنی سری نمازوں میں۔

اس سے امام شافعیؒ نے ''قرأۃ لا یسمع'' (ایسی قرأۃ جو سنی نہ جا سکتی ہو) کی قید لگا کر مقتدی کا کام اور وظیفہ مقرر فرما دیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی مذکورہ صاف ،صریح ،واضح اور واشگاف عبارت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس بات کے وجوب کے قائل ہیں وہ حقائق سے آنکھیں بند کر کے اپنے مزعومہ خیالات اور موہومہ تصورات کی خارزار وادی میں بھٹک رہا ہے اسے آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر آخرت کی مسئولیت کے احساس کے پیش نظر مذکورہ عبارت کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ان شاء اللہ اس پر حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے جواز کے قائل نہ تھے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے تھے۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں۔

بخلاف وجوبها فی حال الجهر فانه شاذ حتی نقل احمد الاجماع علی خلافه. (فتاویٰ ابن تیمیہ ص۱۷۶ج۱)

ترجمہ:"یعنی سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے وجوب کے طور پر پڑھنا شاذ ہے حتی کہ امام احمدؒ نے اس کے خلاف اجماع اور اتفاق نقل کیا ہے"۔

امام موفق الدین ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں:

وجملة ذلک ان القراۃ غیر واجبة علی الماموم فیما جهربه الامام ولا فیما اسر نص علیه احمد فی روایة.

(مغنی ابن قدامہ ص۶۰۸ج۱)

ترجمہ:"حاصل کلام یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نہ جہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ ہی سری میں علماء کی ایک جماعت نے امام احمد سے امام صاحب کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری لکھتے ہیں:

قال الزهریؒ و مالکؒ وابن المبارکؒ واحمدؒ واسحاقؒ یقرا فیما اسر فیه ولا یقرا فیما جهر به.
(تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱)

ترجمہ: ''امام زہریؒ، امام مالک، حضرت ابن مبارکؒ، امام احمد اور امام اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں مقتدی قرأۃ کر سکتا ہے اور جہری میں پڑھنے کی اجازت نہیں''۔

مبارک پوری صاحب ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں۔

وکذالک الامام مالک و الامام احمد لم یکونوا قائلین بوجوب قرأة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات.
(تحفۃ الحوذی ص ۲۵۷ ج ۱)

ترجمہ: ''اسی طرح (عبداللہ بن مبارک کی طرح) امام مالک اور امام احمد بھی امام کے پیچھے تمام نمازوں میں سورہ فاتحہ کے وجوب کے قائل نہ تھے''

ناظرین کرام! دیکھئے ائمہ مجتہدین کے مسالک تفصیلاً باحوالہ بیان کیے جا چکے ہیں۔غور فرمایئے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کی قرأۃ کی فرضیت یا وجوب کا قائل نہیں۔امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنے کو شاذ اور خلاف اجماع قرار دیتے ہیں اور سری نمازوں میں وجوب کے قائل نہیں۔امام مالک بھی تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب نہیں سمجھتے۔سری نمازوں میں گو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وجوب کے قائل نہیں اور جہری میں پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مقتدی کے لیے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں۔ سری میں بھی صرف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، واجب نہیں کہتے۔تو غیر مقلدین جو

مقتدی کے لیے تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأۃ کو فرض قرار دیتے ہیں ان کے مسلک کی تائید جیسے قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی ایسے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی ان کی پشت پناہی نہیں کرتا۔ کوئی ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا۔

محبوب سبحانی پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فتویٰ

حضرت پیران پیر بھی مقتدی کے لیے قرأۃ کو درست نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ رقم طراز ہیں۔

ان كان ماموما ينصت الى قرأة الامام و يفهمها.

(غنیۃ الطالبین ص ۳ ج ۲)

اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہو تو اس کو امام کی قرأۃ کے لیے خاموش رہنا چاہیے اور اس کو امام کی قرأۃ سننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت شیخ کے ظاہری الفاظ تو اسی بات کے آئینہ دار اور غماز ہیں کہ مقتدی کا وظیفہ تمام نمازوں میں یہ ہے کہ وہ نہایت توجہ، التفات، دھیان اور پورے انہماک سے امام کی قرأۃ سنے اور خود خاموش وساکت رہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ

حضرت شیخ الاسلام اپنے مشہور عالم فتاویٰ میں مسئلہ قرأۃ خلف الامام کا تجزیہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وايضاً فالمقصود بالجهر استماع المامومين ولذا يؤمنون على قرأة الامام فى الجهر دون السر. فاذا كانوا مشغولين عنه بالقرأة فقد امر ان يقرا على قوم لا يستمعون لقرأته وهو بمنزلة من يحدث من لا يستمع لحديثه و يخطب من لا يستمع لخطبته وهذا سفه تنزه عنه الشريعة ولهذا روى فى الحديث مثل

الذی یتکلم والامام یخطب کمثل الحمار یحمل اسفارا فھکذا اذا کان یقرا والامام یقرا علیہ

ترجمہ: ''اور نیز امام کے بلند آواز پڑھنے سے مقصد یہ ہے کہ امام پڑھے اور مقتدی سنیں اس لیے امام جہری نمازوں میں جب ولا الضالین پڑھتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں چونکہ مقتدی نہیں سنتے اس لیے وہ آمین بھی نہیں کہتے۔ اگر امام بھی پڑھ رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو سننا نہیں چاہتے اور ایسی قوم کو وعظ کہو اور خطبہ دو جو سننے کے لیے آمادہ اور تیار نہیں۔ ایسی بات کہنا ایسی کھلی حماقت اور سفاہت ہے جس کا شریعت مطہرہ قطعاً حکم نہیں دے سکتی کیونکہ شریعت مقدسہ احمقانہ باتوں اور سفاہت آمیز چیزوں کا حکم نہیں دیا کرتی وہ اس سے وراء الوراء، ثم وراء الوراء ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص کی مثال جو امام کے خطبہ دیتے وقت باتیں کررہا ہو کسی سے محو گفتگو ہو ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھتا ہو۔ یعنی جیسے گدھا کتابوں سے مستفید و مستفیض نہیں ہوسکتا، ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہے امام کی قرأۃ سے نفع نہیں اٹھاسکتا۔

ناظرین باتمکین! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ امام ابن تیمیہؒ نے امام کے پیچھے جہری نمازوں میں پڑھنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ ان کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تشبیہ کی نزاکت ملاحظہ فرمایئے اور پھر امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأۃ کرنے والوں کے اصرار پر غور فرمایئے کہ امام ابن تیمیہؒ کے فتویٰ کی رو سے وہ

کیسی احمقانہ حرکت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ناظرین کرام! قرآن کریم کی آیت کریمہ، پندرہ احادیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین فخام کی آراء وفتاویٰ، ائمہ مجتہدین کے مسالک، پیران پیر حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی عبارات کے اقتباسات سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ امر واضح الم نشرح اور آشکارا ہوگیا کہ مقتدی کے لیے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض اور واجب نہیں بلکہ ممنوع ومحظور ہے۔ اور یہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ مانعین قرأۃ خلف الامام صرف احناف ہی نہیں بلکہ جمہور اہل اسلام ہیں جمہور فقہاء ومحدثین ہیں اور جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ صحیح، صریح اور مرفوع ہیں ان کے ۹۵ فیصد راوی ثقہ، ثبت، حافظ اور حجت ہونے کے علاوہ بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی ہیں۔

فریق ثانی اگر تعصب کی عینک اتار کر دامن دل کو غلو کی کثافتوں سے جھٹک کر آئینہ قلب کو تحزب کی کدورتوں سے صاف کر کے مذکورہ دلائل و براہین کا بغور مطالعہ کرے گا تو امید ہے کہ وہ دنیا کے تمام حنفی حضرات کو کھلے اور انعامی چیلنج دینے سے باز آجائے گا اور ان کی نمازوں کو باطل، بے کار اور کالعدم قرار دینے کی بے باکانہ جسارتوں سے رک جائے گا۔ فریق مخالف کے معتدل مزاج، انصاف پسند اور سلیم الطبع اشخاص سے امید ہے کہ وہ مذکورہ براہین کو بنظر عمیق پڑھ کر اپنی پارٹی کے بے لگام اور متعصب مزاج اشخاص کو بدزبانی اور چیلنج بازی سے روک کر اتحاد واتفاق کی فضا پیدا کرنے میں ممد ومعاون ہوں گے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اہل زیغ کے لیے اس کو باعث ہدایت بنادے اور انہیں افراط وتفریط کے قعر ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرمادے۔ آمین